

باب نمبر 20

جہاد اور دہشت گردی

میں فرق

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

www.SirateMustaqeem.net

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ الْفُرْقَانَ شِفَاءً لِمَا فِي الصُّدُورِ وَ أَخْرَجَ
بِهِ عِبَادَهُ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالصَّلَاةُ عَلَى رَسُولِهِ الْمَاجِي آثارِ
الْكُفْرِ وَالشُّرُورِ الْأَمَى الْعَالَمِ بِالْبُطُونِ وَالظُّهُورِ عَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ
بَدَلُوا مَهْجَهُمْ فِي ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِهِ وَاجْتَهَدُوا فِي إِتِّبَاعِ سُنَنِهِ وَ
صَنِيعَاتِهِ أَجْمَعِينَ أَمَّا بَعْدُ.

فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ اللَّهَ الشَّتْرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ
صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ .
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا.

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَعَلَى الْكَوَاكِبِ وَأَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ عَمَّ نَوَالُّہُ وَاَعْظَمَ شَانُہُ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہُ کی حمد و ثنا اور حضور اکرمؐ نور مجسم شفیع معظم ختم الرسلؐ مولای کُلّ احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود و سلام عرض کرنے کے بعد۔

وارثانِ منبر و محرابِ اربابِ فکر و دانش معزز و محتشم حضرات و خواتین:

رَبِّ ذَوِ الْجَلَالِ کے فضل و کرم اور توفیق سے ان پُر نور لحاظ میں ہم سب کو ادارہ صراطِ مستقیم کے فہم دین کورس کے بیسیویں درس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میری دعا ہے خالق کائنات جلّ جلالہٗ تمام کی شرکت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

رَبِّ ذَوِ الْجَلَالِ اُمّتِ مسلمہ کو میدانِ جہاد میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری آج کی گفتگو کا موضوع ”جہاد اور دہشت گردی میں فرق“ ہے۔

خالق کائنات جلّ جلالہٗ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔
بے شک اللہ نے مومنین سے خرید لیا ہے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلے قرآن مجید میں جا بجا جہاں جہاد کا حکم دیا گیا ہے وہاں اسکی حیثیات کو بھی بیان کر دیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاد کیا ہے اور دہشت گردی کیا ہے۔

جہاد لغت میں مشقت اور کوشش کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ شریعت میں اسکی تعریف یہ ہے

امام بدر الدین عینی عمدة القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں

بَذُلُ الْجُهْدِ فِي قِتَالِ الْكُفَّارِ، لَا غَلَاءَ كَلِمَةِ اللَّهِ

کافروں کے ساتھ لڑ کر اپنی کوششوں کو صرف کرنا اللہ کے کلمہ کو اونچا کرنے کیلئے اس مقام پر اور دیگر مقام پر جو جہاد کی تعریف کی گئی ہے ہر جگہ پر اعلاء کلمۃ اللہ کا ذکر ضرور موجود ہے کہ جہاد میں پیش نظریہ ہے کہ قربانی دیکر کوشش کر کے بندہ اللہ کے دین کا جھنڈا بلند کرے اور کلمۃ اللہ کو بلند کرے۔ اب اس تعریف سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ جہاد اصلاح کا نام ہے۔ جہاد فساد کے خاتمے کا نام ہے جہاد بگڑے ہوئے لوگوں کی بگڑی بنانے کا نام ہے۔ اس میں مقصود اور سرفہرست ہدف کسی کو مارنا نہیں کسی کا لہو بہانا نہیں کسی کے ٹکڑے کرنا نہیں مقصود ہے کلمۃ اللہ کو بلند کرنا۔ اگر کوئی ویسے ہی اللہ کے دین کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اسکو دعوت دی جاتی ہے وہ مان جاتا ہے تو اب اسے کچھ بھی نہیں کہا جائے گا

اگر ہر حال میں اسلام کو مطلوب یہ ہوتا کہ خون بہایا جائے اور لوگوں کو حراساں کیا جائے اور لوگوں کے ٹکڑے کیے جائیں تو کبھی بھی جہاد میں سب سے پہلے دعوت کو نہ رکھا جاتا۔ جبکہ جہاد کا پہلا اہم حصہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ جہاد کرنا ان کو دعوت دی جائے۔ ان کو سمجھایا جائے کہ ہم تمہارے خلاف کیوں ہیں اور تم سے کیوں لڑنا چاہتے ہیں۔ تمہارے لئے یہ دعوت اسلام ہے قبول کر لو یہ پہلا حصہ ہے اسکے بعد اگر وہ دعوت کو قبول نہیں کرتے تو دعوت اسلام کو ٹھکرانے کا ایک جرم کر رہے ہیں۔ جس کے بعد ان پر حملہ کیا جائے گا اور ان کے خلاف لڑائی کی جائے گی۔ جب اعلاء کلمۃ اللہ پیش نظر ہے تو سب سے پہلے دعوت کی شکل میں اسلام نے اس

بات کو واضح کر دیا کہ خون خرابہ سے قبل اور لڑائی سے پہلے یہ دعوت پیش کی گئی ہے اور یہ دعوت امن کی دعوت ہے چین کی دعوت ہے اور اتنی جامع دعوت ہے جو قبول کر لے گا دنیا میں مسلم اُمہ کی گولیوں سے اور تلواروں سے بچ جائے گا۔ اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچ جائے گا۔ تو یہ جہاد ایک اصلاح کا پیغام ہے جو کہ بندے کو دونوں جہاں کے اندر سرفراز کرتا ہے۔

دہشت گردی اور جہاد میں فرق

رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجا تھا تو یہ ان پر لازم کر دیا تھا کہ لڑنے سے پہلے ان کو دعوت دو

مَنْ يَهْدِي اللَّهُ بَكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ
اگر تمہاری دعوت پر اور تمہاری تبلیغ پر ایک شخص نے بھی اسلام کو قبول کر لیا تو یہ تمہارے لئے پوری دنیا کے مقابلے میں بہتر ہوگا۔

پہلا فرق جہاد اللہ کی رضا و دہشت گردی نفسانی خواہش ہے

تو سب سے پہلے جہاد کے اندر دعوت ہے۔ اس چیز نے واضح کر دیا کہ دہشت گردی اور جہاد میں بنیادی طور پر کتنا فرق ہے۔ کہ دہشت گردی کا دعوت پیغام اور ایمان و دین کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا اصلاح اور خیر کے کسی پہلو کیساتھ کوئی رابطہ نہیں ہے۔ وہ سراسر فساد ہے۔ شر ہے اور لوگوں کے اندر خواہ مخواہ بے چینی پیدا کرنا ہے۔ جبکہ جہاد وہ پیغام جو بندے کو دنیا میں بھی امن دینا چاہتا ہے اور آخرت میں بھی امن دینا چاہتا ہے۔ اس مقام پر سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۱ میں اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ
بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے
بدلے میں خرید لیا ہے

جب یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی جانیں بیچ چکے ہیں تو کیا کرتے ہیں

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں

فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ

اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو جاتے ہیں۔

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقٌّ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ

اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر یہ سچا وعدہ ہے تورات میں انجیل میں اور قرآن میں

وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ

اللہ سے بڑھ کے وعدہ میں سچا قول کس کا ہو سکتا ہے تو خوش ہو جاؤ اس بیچ پر

جو تم نے اللہ کے ساتھ کی ہے اس سودے پر خوش ہو جاؤ

وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

یہ بہت بڑی کامیابی ہے اب اس آیت کریمہ میں جو جہاد کی حیثیت واضح

کی گئی تو اس میں دوسرا بڑا فرق ہمارے سامنے واضح ہے کہ دہشت گردی بندے کا

ایک جنوں اور ایک بندے کی خواہش ہے اور وہ اپنی ایک وحشت اور بربریت کو نفس

الامر میں ثابت کرنا چاہتا ہے اور اس کے پیش نظر اور کوئی چیز نہیں جسکو وہ دین کے لحاظ سے حاصل کرنا چاہتا ہو، جبکہ جو مجاہد جہاد میں نکلا ہے تو اس کو وہ سودا مجبور کر رہا ہے جو اس نے اللہ کے دربار میں کیا ہے۔ اصل میں یہ قرض اتارنے نکلا ہے اس واسطے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے اسکی جان کو خرید لیا۔ اور جنت اسکے نام لگا دی۔ تو اب یہ اس کے ذمہ ہے کہ جنت جب اسکو مل چکی ہے تو یہ اپنی طرف اپنی جان بھی اللہ کے دربار میں پیش کر دے۔ تو خالق کائنات کے دربار میں جان کا نذرانہ پیش کرنا اس پر ایک فرض تھا۔ انتظار کر رہا تھا کہ میں کب یہ جان اللہ کے دربار میں پیش کرتا ہوں۔ جب وقت جہاد آیا تو یہ اپنی جان کی ادائیگی کیلئے خالق کائنات کے دربار میں جان کو پہنچانے کیلئے باہر نکل آیا ہے۔

اب اسکا تعلق اپنی خواہش کیساتھ نہیں اسکی تلوار چلانے کا تعلق اپنے دل کی کسی چاہت کیساتھ اور نفسانی خواہش کیساتھ نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے جان دینا چاہتا ہے کہ اللہ نے اس کی جان کو پسند کر لیا اس کے دربار میں ہر سودا بکتا نہیں وہ خالص سودے ہیں جو وہاں اس کے دربار کے لائق ہوتے ہیں اور اس معیار کے ہوتے ہیں اور پھر ان کو قبول کر لیا جاتا ہے لہذا مجاہد تو اللہ کے شکر کے جذبہ سے سرشار ہو کر نکل رہا ہے۔

تھے وہ شاخ سے توڑیں رہے نصیب تیرے
تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب تیرے
کہ ہر شخص کی جان کی یہ قدر ہی نہیں کہ اللہ اس کو قبول کر لے۔ میرے جان کو میرے رب نے قبول کر لیا ہے۔ لہذا یہ قرض اتارنے کے لئے کہ جنت مجھے مل

چکی جان ابھی تک میرے پاس موجود ہے یہ جان میں جان آفرین کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ یہ انداز شکر میں شوق شہادت میں اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس نفس میں کسی لذات و خواہش کا کوئی تعلق نہیں ہے جبکہ دہشت گرد اپنی جنونیت کو ایک چین دینا چاہتا ہے لوگوں کو بے چین کر کے اپنی بربریت کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات اس آیت نے ثابت کر دی کہ اللہ کا بندہ جب تلوار چلا رہا ہوتا ہے۔ تو اس وقت اسکی کسی خواہش کا تلوار چلانے میں کوئی دخل نہیں ہوتا وہ صرف اور صرف اپنے رب کی رضا کے حصول کے پیش نظر تلوار چلاتا ہے۔

تو خالق کائنات اس کے عمل کو قبول فرما کے اس کو فردوس بالا میں بلند مقام عطا فرماتا ہے اب اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے بڑے خوبصورت انداز میں اس معاملے کو بیان کیا ہے اول تو یہ ہے کہ خرید تو اس چیز کو جاتا ہے جو اپنی ہو جو پہلے ہی اپنی ہو اس کو خرید انہیں جاسکتا۔ دوسرے نمبر پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر خریدنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى اللّٰهَ نے خرید لیا۔ خریدتا وہ ہے جو محتاج ہوتا ہے جبکہ اللہ تو کسی چیز کا محتاج نہیں ہے تو پھر خریدنے کا مطلب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا جو مومن کی جان کیساتھ جو پیار ہے اور مومن کی جان کی حیثیت اور شان جو ہے اس کو واضح کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ مومن میرا ہی پیدا کردہ ہے۔ میری ہی مخلوق ہے میرے ہی ملک میں ہے لیکن میں نے اسکو اعزازی طور پر جان دی ہے۔ جب دی ہے تو اس سے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ لیکن اب جب لے رہا ہوں تو معاوضہ دے کر لے رہا ہوں۔ حالانکہ مفت دی ہوئی چیز ویسے بھی لی جائے تو کوئی قباحت نہیں

تھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے مومنین میں تمہیں ایک فریق سمجھ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ تمہیں میں نے گویا مالک بنا دیا اور تم سے یہ خرید رہا ہوں۔ حالانکہ یہ تمہاری جان پہلے بھی میرے ملک میں ہے۔ لیکن لفظ اشتری سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے مشتری کی سودے کے ساتھ ایک چاہت ہوتی ہے وہ قیمتی سودہ لے کر اس کو اپنے قریب ظاہر کرتا ہے۔ کہ میرے اس پیسے سے اتنا پیار نہیں جتنا اس سودہ سے پیار ہے۔ میں بھی یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میری جنت بڑی قیمتی ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اے مومنوں تمہاری جانوں سے مجھے اتنا پیار ہے کہ اتنا جنت سے پیار نہیں ہے۔ میں جنت دیکر تم سے جان وصول کر رہا ہوں۔ صرف یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ تمہاری جانوں کا میرے دربار میں مقام ظاہر ہو جائے۔

اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حرف با جنت پر داخل کیا۔ مطلب کیا بنا کہ جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خریدا گیا۔ اصل سودا مومن کی جان ہے اور جنت قیمت ہے۔ ہمیشہ سودا کا مرتبہ قیمت سے بڑا ہوتا ہے۔ چونکہ بندہ قیمت دیکر اپنے آپ سے پیسے کو دور کر کے سودے کو قریب کر لیتا ہے اور اس کی عظمت کو واضح کرتا ہے۔

یوں بھی تو ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمادیتا ہے کہ اس کے بندوں نے اللہ سے جنت خرید لی ہے۔ اپنی جانیں بیچ کر۔ تو اس سے قیمت جنت کی ظاہر ہوتی اور جان کی حیثیت ظاہر نہ ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کی جان کو یوں اسکو شان عطا فرمادی ہے اصل میں مقصود تمہاری جان ہے۔

جنت تو اس کا عوض اور معاوضہ ہے۔ جو اس کے بدلے میں دیا جا رہا ہے

تا کہ پتہ چل جائے کہ ایک فقیر سامون بھی اللہ کے دربار میں کتنا امیر ہے۔ خالق کائنات کی وہ جنت جس کا ایک مربع فٹ پوری دنیا سے قیمتی ہے وہ جنت دیکر اپنے بندے سے اس کی جان کو خرید رہا ہے۔

محترم سامعین حضرات:

پھر اللہ تعالیٰ نے بالجنت نہیں فرمایا بَلَّغْ لَّهُمُ الْجَنَّةَ اگر بِالْجَنَّةِ ہوتا اور جنت تمہیں اس کے بدلے میں مل جائے گی۔ جنت اس کا بدلہ ہے لیکن بَلَّغْ لَّهُمُ الْجَنَّةَ کا مطلب یہ ہے کہ بَلَّغْ لَّهُمُ الْجَنَّةَ ثَابِتَةً لَّهُمْ کہ بندو جنت تو میں تمہارے نام لگا چکا ہوں۔ صرف اس کو معاہدے ہی میں نہیں رکھا گیا بلکہ تمہارے نام کر دی ہے۔ بَلَّغْ لَّهُمُ الْجَنَّةَ ثَابِتَةً لَّهُمْ جنت تمہیں مل چکی ہے تمہارے نام لگ چکی ہے۔ صرف ایک تھوڑا سا معاملہ باقی ہے۔ اسکے بعد تم جنت میں پہنچ جاؤ گے۔ اب یہ تمہارے ذمہ ہے کہ تم اپنی جان کس وقت پیش کرتے ہو۔ وقت آتا ہے تو پھر جو تمہارے پاس ادھاری میری جان ہے اور پھر تم اس کی قیمت بھی لے چکے ہو یہ تم کس وقت ادا کرتے ہو۔ اس فلسفے کو جب ایک مومن سمجھتا ہے۔ تو بوقت شہادت اس شوق سے نکل رہا ہے کہ یہ جان تو میری ہے ہی نہیں میں تو اس کی قیمت وصول کر چکا ہوں۔ اب میں نے ادائیگی کرنی ہے۔

نہ بچا بچا کے تو رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ

جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

نہ کوئی شور مچاتا ہے اور نہ ہائے ہائے کرتا ہے نہ شکوہ کرتا ہے نہ شکایت کرتا ہے

بلکہ خوش ہو کر اپنی جان لے کر رب کے دربار میں حاضر ہو جاتا ہے۔ کہ اس نے میری جان کو قبول کر لیا ہے۔ اب دیکھو کتنا واضح فرق ہے اس دہشت گرد میں اور مجاہد میں وہ دہشت گرد اپنے نفس کا پجاری ہے اپنی خواہش کا اسیر بنا ہوا اور اپنے نفس کی خواہش کو وہ ثابت کرنے کے لیے تلواریں چلا رہا ہے اور بندوں کو کاٹ رہا ہے اور دھماکے کر رہا ہے لیکن یہ مجاہد اللہ کی رضا کے اندر اس کو اس قدر دوام مل چکا ہے کہ یہ اللہ کے دربار میں اس شوق سے پہنچ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی جان کو قبول کر لیا۔ اور یہ اپنی طرف سے ان کی ادائیگی کے لیے گھر سے نکل پڑا ہے۔

اسکے بعد رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے۔

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ

اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ اللہ کے دشمنوں کو مارتے ہیں اور خود

شہادت پالیتے ہیں۔

وَعَدًا حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ

یہ جہاد کا جو فلسفہ ہے یہ صرف قرآن میں نہیں بلکہ تورات میں بھی یہی ہے اور انجیل میں بھی یہی ہے تورات اور انجیل کو ساتھ ملا دیا آج جن لوگوں نے جہاد پر جو اعتراضات کا سلسلہ باندھنا تھا بالخصوص انھیں کی طرف سے یہ اعتراض ہونا تھا یہودی کی طرف سے اور نصاریٰ کی طرف سے تو خالق کائنات نے اس سے اس بات کو واضح کر دیا کہ قرآن کے حکم جہاد کو تم دہشت گردی قرار نہ دو یہ وہ حکم ہے جو تمھاری تورات میں بھی ہے اور تمھاری انجیل میں بھی ہے۔ یہ ایک مشترکہ اصلاح کا پیغام

ہے اور یہ ایک مشترکہ خوشخبری ہے اور ایک مشترکہ بہتری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جو جنت کا وعدہ کر رکھا تھا وہ ان تمام کتابوں کے اندر موجود ہے۔ اے لوگوں تمہیں خوش ہونا چاہیے۔ تم سے تمہارے رب نے وعدہ کر لیا۔

وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ

اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ کون پورا کر سکتا ہے

فَاسْتَبْشِرُوا بِلِقَائِ اللَّهِ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ

خوش ہو جائیے یہ جو تمہیں سودا کرنے کا وقت مل گیا ہے۔ اپنی جان تم نے دے دی یہ تو ویسے بھی چلی جانی تھی تم نے بحیثیت مومن کلمہ پڑھ کر یہ معاہدہ کر لیا ہے۔ کہ اے اللہ یہ جان تیری ہے جب وقت آئے گا تو میں پیش کر دوں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

اسکو کوئی بندہ خسارہ نہ سمجھے۔ اسمیں ہلاکت ہو جائے گی نقصان ہو جائے گا نہیں نہیں اگر اس انداز میں اللہ کے لیے جان دے دو گے تو یہ جان کا دینا بہت بڑی کامیابی قرار پائے گا۔ اس وقت اسمیں جہاں غیروں کی طرف سے جہاد پر مختلف اعتراضات کا سامنا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث کی نصوص سے ہم اس کی حیثیت کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں اور ابھی تک بنیادی طور پر دو فرق بیان ہوئے ہیں۔

یہ یاد رکھیں کہ ہم اسلام میں جو جہاد ہے اس کا دفاع کر رہے ہیں لیکن کسی گروہ نے اپنی طرف سے کوئی جہاد کا تصور بنا رکھا ہے تو اس کے لحاظ سے ہم ان

کی وکالت نہیں کر رہے۔ ہم اسلام کے تصور جہاد اور مسلم امہ کا جو جہاد ہے اس جہاد کی حیثیت کو واضح کر رہے ہیں۔ چونکہ اس میں اتنے لطیف امور ہیں اور محتاط باتیں ہیں ہم کسی کے بارے میں اپنی طرف سے کیا گواہی دے سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آگیا تھا صحیح مسلم شریف میں حدیث شریف موجود ہے۔

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر پوچھا

یا رسول اللہ ﷺ

الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ

ایک شخص جہاد کرتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ مال غنیمت ملے۔ بڑی تلواریں چلاتا ہے لیکن مقصد مال غنیمت ہے اور ایک شخص بڑے جہاد کرتا ہے لیکن مقصد شہرت ہے۔ کہ میری تشہیر ہو جائے اور میرا چرچا ہو جائے اور ایک شخص اس واسطے جہاد کرتا ہے تاکہ اس کی شجاعت کا اظہار ہو جائے اور یہ پتہ چل جائے کہ وہ کتنا نڈر اور صف شکن مجاہد ہے۔ اَوْ يَرَى مَكَانَهُ وہ اپنی حیثیت کو واضح کر دے کہ میں ڈر پوک یا بزدل نہیں ہوں۔ اور شیر دل انسان ہوں۔

تین شقیں پیش کر کے صحابی نے جب آپ سے پوچھا کہ ان میں فی سبیل اللہ جہاد کس آدمی کا ہے۔ وہ شخص جو غنیمت کے پیش نظر کر رہا ہے۔ یا جو تشہیر کے لیے کر رہا ہے یا جو اپنی قابلیت ظاہر کرنے کے لیے کر رہا ہے ان میں سے فی سبیل اللہ جہاد کس کا ہے۔ تو میرے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ پوچھا گیا پھر فی سبیل اللہ کس کا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا

مَنْ قَاتَلَ لِيَكُونَ كَلِمَةً لِلَّهِ هِيَ الْعُلْيَا

فی سبیل اللہ جہاد صرف اس کا ہے کہ جس کے دل میں گھر سے نکلتے وقت میدان جہاد میں موجود رہتے وقت دشمنوں پر حملہ کرتے وقت۔ ہر وقت یہی خیال ذہن میں رہتا ہے کہ میں اس لئے لڑ رہا ہوں تاکہ میرے رب کا دین غالب آجائے۔ اور میرے رب کا کلمہ بلند ہو جائے۔ میرے رب کے دین کا جھنڈا اونچا ہو جائے۔ جو شخص اس نیت کے زیر سایہ پورا سفر جہاد کر لیتا ہے تو میرے محبوب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کے جہاد کو فی سبیل اللہ کہا جائے گا۔ لیکن اگر کسی کی کوئی غرض درمیان میں حائل ہوگی تو وہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہوگا۔ اور اسکی وہ عظمت نہیں ہے جو قرآن و سنت بیان کر رہا ہے۔ قرآن و سنت میں جس جہاد کی عظمت ہے وہ یہی ہے کہ جو صرف اس لئے کیا جا رہا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ اونچا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب آجائے۔

رسول کریم ﷺ نے جب یہ حیثیات بیان کیں تو یہاں سے دہشت گردی سے اور بھی فرق زیادہ واضح ہو گیا۔ ایک یہ ہے کہ انسان کسی غیر کے لحاظ سے وہ کسی غلط سوچ میں ہے۔ کہ اس نے صرف کسی کو ذلیل کرنے کا سوچ رکھا ہے بد امنی پیدا کرنے کے لیے سوچ رکھا ہے اور کوئی مقصد ذہن میں نہیں۔ اور دوسری طرف یہ ہے کہ اگرچہ وہ جن پہ حملہ کر رہا ہے وہ کافر ہیں اور ان کو ہی مارنا چاہتا ہے۔ لیکن اپنے ذہن میں ایک نیت بری بھی ہے۔ تو جہاد اس حد تک اس کے عمل سے جدا ہو کر رہ گیا ہے کہ جو اپنی نیت میں فتور لمے کے آگیا ہے اللہ اس کو بھی جہاد نہیں کہتا۔ چہ جائیکہ

جس کی نیت اور جس کا حملہ اور جس کی جہت ہی ٹیڑھی ہو چکی ہے اس کی حیثیات ہی تبدیل ہو چکی ہوں۔ جو محض لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور دہشت زدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کی جو کاروائیاں ہیں جہاد نے اپنے آپ کو اس سے جدا کر لیا ہے۔ کہ ہمارے جہاد پر اس کے لحاظ سے کوئی اعتراض نہ کرے۔ اس واسطے کہ ہم نے جہاد کی بنیاد کا پیغام ہی اصلاح سے رکھا ہے۔ اس اصلاح کی وجہ سے اس کے جتنے بھی منصوبہ جات ہونگے۔ اگلی قوم کے لحاظ سے بھی مقصود اصلاح ہے۔ اپنی ذات کے لحاظ سے بھی مقصود اصلاح ہے۔ تھوڑا سا بھی فساد و فتنہ نیت کے اندر آ جائیگا۔ تو وہ جہاد خود بخود اسلامی حیثیت سے باہر نکل جائیگا۔ اسلام میں اسی جہاد کا نام دیا جا رہا ہے کہ جس میں صرف اور صرف نیت کی سوئی اس جگہ رکی ہوئی ہے۔ کہ ہم لڑیں گے تاکہ ہمارے رب کا دین غالب آجائے۔ اس کی عظمت کو رسول اللہ ﷺ نے اس انداز میں واضح کیا ہے۔ آپ فرمانے لگے

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ

جنت میں سو درجات ہیں

أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

وہ درجات اللہ نے مجاہدوں کے لیے جو فی سبیل اللہ جہاد کرتے ہیں ان کے

لیے وہ درجات تیار کر رکھے ہیں۔ تو وہ درجہ جو جنت میں مجاہد کو ملے گا اور کئی درجات

ہیں۔ اس درجے کی بلندی کتنی ہے۔ تو میرے محبوب علیہ السلام فرمانے لگے

كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

دو درجوں کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ اور اس میں اس طرح کا سو درجہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ اب دیکھو جب جہاد اسلامی میں ایک صفِ شمعِ شیر گھر سے نکلتا ہے۔ اور اسلام کے لیے اپنی جان پیش کر دیتا ہے۔ یا اسلام کے دشمنوں کو مارتا ہے۔ تو اللہ کے ہاں اس کا عمل کتنا مقبول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اتنی بلندی رکھی ہے کہ جنت کے اندر اتنے اونچے درجات کے لحاظ سے اس کے لیے سو درجات کا اعلان کر دیا ہے۔ آگے جتنا خلوص ہوگا۔ جتنی کوشش ہوگی اسی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ اس کے مقام کو بلند فرماتا جائیگا۔

یہ حدیث شریف ابن کثیر کے صفحہ نمبر 456 پر موجود ہے
ایک دن رسول اکرم ﷺ سے ایک شخص نے آ کے پوچھا۔
عَلِّمْنِي عَمَلًا اَنَالُ بِهِ ثَوَابَ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
یا رسول اللہ مجھے آپ کوئی ایسا عمل بتادیں۔ کہ جس کی وجہ سے مجھے فی سبیل اللہ مجاہدین جتنا ثواب مل جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے مجھے ایک بات کا جواب دو۔

هَلْ تَسْتَطِيعُ اَنْ تُصَلِّيَ فَلَا تَفْتُرُ
کیا تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آج تم نماز کی نیت کر لو اور پھر اس میں فتور نہ آئے۔ وہ نماز ٹوٹنے نہ پائے۔ یہاں تک کہ تمہاری روح نکلے تو پھر تمہاری نماز اسلام ہو۔ آج شروع کرو اور اس وقت تک تم نماز پڑھتے رہو۔ کیا تم ایسی نماز پڑھ

سکتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ

أَنَا أَضْعَفُ مِنْ ذَالِكَ

دو دنوں کی تین دنوں کی نہیں پڑھی جاسکے گی پوری زندگی کی ایک نماز میں تو بڑا کمزور ہوں۔ ایسی نہیں پڑھ سکتا۔ تو محبوب علیہ السلام نے دوسرا سوال کیا۔

أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ فَلَا تُفْطِرُ.

کیا یہ طاقت ہے کہ آج روزہ رکھ لو اور جب روح نکلے تو افطار کرو۔ اتنا لمبا روزہ رکھ سکتے ہو۔ تو وہ کہنے لگے۔

أَنَا أَضْعَفُ مِنْ ذَالِكَ

یا رسول اللہ ﷺ ایک ہفتے کا روزہ نہیں رکھ سکوں گا پوری زندگی کا روزہ کیسے رکھ سکتا ہوں میں تو بڑا کمزور ہوں ایسا روزہ نہیں رکھ سکتا۔

اب دیکھیے مجاہد کی شان کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے قسم اٹھا کے فرمایا۔

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِي لَوَاسْتَطَعْتُ ذَالِكَ مَا وَجَدْتُ ثَوَابَ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

مجھے اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نے خود تسلیم کیا کہ میں نماز پوری دنیا کی نہیں پڑھ سکتا لیکن اگر تم نماز شروع کرتے اور پوری زندگی وہ چاری رہتی اور آج روزہ رکھتے اور موت تک وہ روزہ باقی رہتا اگر تم

ایسا روزہ رکھ سکتے اور ایسی نماز پڑھ سکتے پھر بھی رب کعبہ کی قسم ہے تم مجاہد کا ثواب نہیں پاسکتے تھے۔

جو مجاہد کو میدان جہاد میں اجر ملتا ہے وہ کسی چلے سے نہیں حاصل کیا جاسکتا۔ اور وہ کسی دوسرے عمل سے نہیں حاصل کیا جاسکتا۔ یہ تم نے خود تسلیم کر لیا کہ ایسی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ ایسا روزہ نہیں رکھ سکتے لیکن اگر تم ایسا کر بھی سکتے ہوتے پھر بھی وہ اجر نہ ملتا جو خالق کائنات کے دین کی سر بلندی کے لیے اس شیر دل انسان کو ملتا ہے۔ جو اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے کافر کے سامنے ڈٹ کے کھڑا ہو گیا ہے۔ اس پہ حملے کرتا ہے اور خود زخم کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند ترین مرتبہ جنت میں عطا فرماتا ہے

۳ دوسرا فرق

مختشم سامعین حضرات: دہشت گردی فتنہ، جہاد فتنہ کا خاتمہ ہے جہاد کے فرق کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر یہ بات قرآن مجید سے سمجھ آتی ہے۔ کہ دہشت گردی ایک فتنہ ہے جب کہ جہاد فتنے کا خاتمہ ہے۔ دہشت گردی سے فتنہ جنم لیتا ہے۔ مگر جہاد ہے ہی اس لیے کہ فتنے کو ختم کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ انفال کی آیت نمبر 39 میں فرماتا ہے۔

وَقَاتِلُواهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ

اللہ کے دشمنوں سے اس وقت تک لڑو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔ تو جہاد فتنے کے خاتمے کے لیے ہے اور جب فتنہ ختم ہو جائے تو دین سارے کا سارا اللہ کے

لیے ہو جائے۔ اللہ کا دین زمین پر غالب آجائے اور رائج ہو جائے دہشت گردی کے ہر ہر لفظ میں فتنہ ہے۔ اور اس کے ہر ہر حرف میں فتنہ ہے۔ اس کی ہر ہر جہت میں فتنہ ہے۔ لیکن جہاد فتنہ کا خاتمہ ہے۔ جہاد ہر وقت فتنہ کو ختم کرنے کے لیے ہے۔ جہاد اس تحریک کا نام ہے۔ جس سے فساد کو ختم کر کے زمین کو اصلاح سے بھرا جا رہا ہے۔ لہذا کتنی بڑی زیادتی ہوگی کہ دو متضاد چیزوں کو آپس میں ایک کہہ دیا جائے۔ آگ کو پانی کہہ دیا جائے۔ قرآن یہ واضح کر رہا ہے کہ جہاد فتنے کا خاتمہ ہے۔ اور دہشت گردی تو خود ایک فتنے کا نام ہے۔ لہذا کبھی بھی ان دونوں کو ایک نہیں کہا جاسکتا۔ جہاد وہ جہاد ہے کہ جس کو اللہ نے فتنے کے خاتمہ کا سبب بنایا ہے۔

اب ایک طرف ایک سرجن ایک مریض کا بدن کاٹ رہا ہے دوسری طرف ایک سفاک درندہ کسی کو چھریوں سے ذبح کر رہا ہے۔ اب کیا دیکھنے والا دونوں کے عمل کو ایک ہی کہہ دے گا۔ کہ دونوں ایک ہی کام کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں ایک وہ ہے جو اس جان کی زندگی کا سبب بن جائے گا تو گویا اس نے اس کو زندہ کیا اور اجر عظیم کا مستحق بن گیا۔ اور دوسرے کو قاتل قرار دے کر جھنمی بتا دیا جائیگا۔ اب بظاہر عمل ایک تھا کہ انسان کے بدن کو دونوں ہی کاٹ رہے ہیں۔ مگر ایک کا کاٹنا اصلاح کے لیے ہے اور دوسرے کا کاٹنا فساد کے لیے ہے۔ اسی بات کو ہی اسلام نے اجاگر کر دیا ہے۔ کہ وہ جو فتنہ انگیزی ہے اس کا تعلق دہشت گردی کے ساتھ ہے۔ لیکن اسلام جو جہاد چاہتا ہے۔ اگرچہ اسمیں کہیں خون بھی بہہ جائیگا۔ کوئی بدن کٹ بھی جائے گا مگر بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ فتنہ ختم ہو جائے گا اور اللہ کے دین کے پھولوں سے

اللہ کی زمین ہموار ہو جائے گی

تیسرا فرق

دہشت گردی کا نام محرومی ہے جبکہ جہاد کا انجام اللہ کی رحمت ہے
اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 218 میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ
رَحْمَةَ اللَّهِ

وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہ کیا ہیں اور
کس چیز کے امیدوار ہیں ان کے لیے اللہ کی رحمت ہے اور وہ اللہ کی رحمت کے
امیدوار ہیں۔

يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ

رحمت ایزدی ان کے لیے خاص کر دی گئی ہے۔ یہ مجاہد کی شان ہے جو
رحمتوں کے تاج پہننے والا ہے۔ اور اس کو رحمت کے جام پلائے جائیں گے۔
دوسری طرف جو انسانوں میں دہشت گردی پیدا کرتا ہے۔ میرے محبوب
علیہ السلام نے واضح کر دیا ہے کہ جو آج بازوؤں میں اسلحہ لیکر چکر لگاتا ہے تاکہ
لوگوں کو ڈرائے۔

آپ نے فرمایا جو آج مسلم اُمہ کے افراد کو ڈرائے گا۔ اس کو کل قیامت کا
خوف ڈرایگا۔ اور قیامت کے احوال میں وہ ڈوب جائے گا۔ یہاں تک اس بات کو
امت مسلمہ کے لیے پابندی کے ساتھ واضح کر دیا کہ تم بازاروں میں ننگا اسلحہ لے کر

بازاروں میں نہیں چل سکتے۔ ان کو تم نہیں ڈرا سکتے۔ اس واسطے جو اپنا رُعب و دہشت قائم کرنے کے لیے ایسا کرے گا۔ کیونکہ اللہ کو یہ پسند نہیں کہ اس کی مخلوق کو خواہ مخواہ ڈرایا جائے۔ اسکے عوض میں اس کے لیے جہنم کی ہولناکیاں ہوں گی۔ یہ مجاہد کی شان ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا۔ کہ اس کا کوئی اور مقصد ہی نہیں ہوتا۔ مقصد ہی اللہ کی رحمت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس مجاہد کو اپنی رحمت سے نوازنے والا ہے۔

چوتھا فرق

دہشت گردی ظلم ہے جبکہ جہاد مظلوم کی حمایت ہے

اللہ تعالیٰ نے اسکی حیثیات کو واضح کرتے ہوئے قرآن مجید میں جو فرق بیان کیے ہیں۔ ان کے لحاظ سے بھی یہ کتنا واضح فرق ہے کہ جہاد کی حکمت مظلوم کی مدد کرنا جہاد ظلم نہیں ہے۔ جبکہ دہشت گردی خود ظلم ہے۔ تو جتنا ظالم اور مظلوم میں فرق ہے اتنا جہاد اور دہشت گردی میں فرق ہے۔ جہاد کی جو مشروعیت تھی وہ تھی ہی اس لئے تاکہ مظلوم کا حوصلہ بڑھایا جائے۔ مظلوم کے ساتھ تعاون کیا جائے اور مظلوم کو بچایا جائے۔ مظلوم کی مدد کی جائے۔ جبکہ دہشت گرد ظالم ہے اپنے ظلم کا دھندہ کر رہا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا

فرمایا کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کرتے حالانکہ زمین کے اندر

کمزور لوگ ہیں مرد ہیں عورتیں ہیں بچے ہیں یہ دعائیں کر رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس ظالم بستی سے نکال دے اور مسلم امہ کے سپوت تم اپنے گھر بیٹھے رہو اور تم ان کی مدد کو نہیں پہنچتے ان عورتوں کی مدد کو جو ظالم کی چکی میں ہیں۔ ان بچوں کی مدد کے لیے جو مظلوم بنے ہوئے ہیں۔ اور مستضعفین جس کو زمین میں مجبور کر کے روک لیا گیا ہے۔ اور ان کی آزادی کو چھین لیا گیا ہے۔ اے مسلم امہ نکلو اور جہاد کا فرض ادا کرو۔ ان کی جا کے مدد کرو اور ظالم کے ہاتھ توڑ دو مظلوموں کو وہاں سے آزاد کر لو یہ جہاد ہے کہ جس کا مقصد ہی مظلوم کو نجات دلوانا ہے۔ اور جو قومیں مظلوم ہیں۔ مقہور ہیں۔ ان کو آزادی کی دہلیز تک پہنچانا ہے۔ جہاد تو سراسر مظلومیت کی حیثیت کو تحفظ دینے والا ہے۔ ظلم کے پردے چاک کر کے ظالم خونخوار بھیڑیوں کو پیچھے ہٹا کر مظلوم کو سہارا اور ریلیف دینا چاہتا ہے۔ جبکہ دہشت گردی خود ظلم ہے۔ اور دہشت گرد خود ظالم ہے۔ کسی طرح بھی دہشت گردی کو جہاد کے نام کے ساتھ نہیں ملایا جاسکتا۔ ان دونوں میں اتنا ہی فرق واضح ہے۔ جتنا زمین و آسمان کے درمیان فرق موجود ہے۔ جہاد ظالموں کے ہاتھ توڑنے کے لیے آیا ہے جبکہ دہشت گردی خود ایک ظلم اور بربریت کا نام ہے۔ قرآن مجید نے اس عظمت کو واضح کر دیا۔

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا

کہ جہاد کی جو کال قبول کرتا ہے۔ جہاد پر جو بلیک کہتا ہے۔ اس نے ان آہوں کا جواب دیا۔ جو اللہ سے کہہ رہے تھے کہ اے اللہ ہمیں کوئی ناصر دے دے۔ ہمیں کوئی مددگار دے دے ہمیں کوئی ولی دے دے۔ یہ مدد کو چل نکلا اس نے جب

مدد کی تو یہ مظلوموں کی دعا کا ایک حصہ بن گیا جو اللہ نے مظلوموں کی قبول کر لی۔ اور اس کے دل میں ڈال دیا کہ چلو تم اور ان کے دفاع کے لیے کام کرو تو یہ اللہ کی نیابت لے کر آگے میدان میں نکلا ہے اور اللہ کی مخلوق کو ظلم سے نکالنے کے لیے کردار ادا کیا ہے۔ اس واسطے دہشت گردی اور جہاد میں واضح طور پر فرق موجود ہے۔ کہ یہ جہاد ظلم کا خاتمہ ہے اور مظلوم کی حمایت ہے۔ جبکہ دہشت گردی خود ایک ظلم اور دہشت گردی کرنے والا بڑا ظالم ہے۔

پانچواں فرق دہشت گردی تکبر ہے جہاد عاجزی ہے

اللہ تعالیٰ میدان جہاد میں اس انداز میں مجاہد کو دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے اندر کوئی تکبر نہ ہو کوئی ریا نہ ہو یہ نکلتا ہے۔ تو سراپا عاجزی و انکساری کا پیکر بن کے جبکہ دہشت گرد ایک خونخوار بھیڑیا ہے متکبر مزاج ہے اور وہ اپنے غرور اور گھمنڈ میں پوری طرح اسکا ذہن بھرا ہوا ہے۔ اور اسکے نشے میں مست ہو چکا ہے۔ مومن مجاہد کی شان ایسی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ انفال کی آیت نمبر 47 میں ارشاد فرماتا ہے۔

لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِیَاءَ النَّاسِ

ان لوگوں کی طرح جہاد کے لیے نہ نکلو جو اتراتے ہوئے نکلے تھے۔ اور دکھلاوے کے لیے وہ نکلے تھے۔

وہ دکھلاوا کر رہے تھے اور اتر رہے تھے۔ اب یہاں سے کیا سمجھ آئی کہ مجاہد گھر سے نکلے تو عاجزی و انکساری کیساتھ نہ تو دکھلاوا ہو اور نہ ہی کسی پر اپنا رعب طاری کرنا چاہتا ہو۔ عاجزی کی علامت بن کر مجاہد گھر سے نکلتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف دہشت گرد ہے جن کا عاجزی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ جس کا انکساری

کیساتھ کوئی رابطہ ہی نہیں ہے۔ وہ صرف اپنی جوانی کے گھنڈ میں ہے۔ اپنی پاؤں کے غرور میں ہے۔ اور لوگوں کا امن و سکون غارت کرنا چاہتا ہے۔ تو ہم غیر مسلموں کے سامنے جہاد کی اس حیثیت کو قرآن و سنت سے واضح کر رہے ہیں۔ کہ ہمارے جہاد کو ہرگز دہشت گردی کیساتھ نہ ملاؤ دہشت گرد متکبر اور مغرور انسان ہوتا ہے۔ جبکہ مجاہد کو اللہ تعالیٰ نے عاجزی و انکساری کا تاج پہنایا ہے۔ اور یہ واضح کر دیا ہے کہ ان دونوں میں واضح طور پر فرق موجود ہے)

چھٹا فرق

دہشت گردی عدم ایمان کی علامت جہاد پختہ ایمان کی علامت خالق کائنات نے اس مقام کو جو جہاد کا مقام ہے۔ اسکو مومن کی کامیابی کے لیے ایک امتحان قرار دیا ہے۔ تو پتہ چلا کہ اسکو یہ کام امتحان کے پیش نظر کرنا پڑے گا۔ کہ یہ ایک مرحلہ ہے جب اس سے وہ گزرے گا تو اگلی منزل کو پالے گا۔ جبکہ دہشت گرد جو ہے وہ خود ایسے امتحان سے نہیں گزر رہا اس لئے کہ وہ امتحان تب دے جب وہ اس کلاس کا سٹوڈنٹ ہو۔ وہ اس کلاس میں شامل ہی نہیں ہے تو اس کا امتحان کس طرح ہوگا۔ اب اس طرف مجاہد کا امتحان کیسے ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۴۳

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ

تو اس سے پتہ چلا کہ مسلم امہ کا یہ شیر اللہ کی لگائی ہوئی ڈیوٹی کے پیش نظر امتحان کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اسکو جانا پڑے گا۔ یہ نکلے گا اور شوق سے جائے گا۔ جبکہ دوسری طرف دہشت گرد اس کلاس میں شامل ہی نہیں۔ اسکا یہ امتحان

ہی نہیں ہے۔ یہ مومن کی اس انداز کی شان ہے کہ جس میں یہ امتحان اس پر لازم کر دیا گیا ہے۔ یہ امتحان میں داخل ہے اور امتحان دے رہا ہے۔ اب نتیجہ یہ نکلے گا کہ جس وقت مشکلات میں بھی وہ ڈٹ کے مقابلہ کرتا رہیگا۔ خالق کائنات مخلوق کو ثابت کر دے گا۔ لودیکھ لو میں تو پہلے ہی جانتا تھا لیکن اب یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ خواہ مخواہ اونچی جنت کا وارث نہیں بن رہا۔ بلکہ اس نے باقاعدہ امتحان دیا ہے اس کے نتیجے کے طور پر اسکو بڑی جنت عطا کی جا رہی ہے۔

ساتواں فرق

دہشت گردی بے ضابطہ، جہاد با ضابطہ ہے

اسکے بعد قرآنی آیات سے جو فرق کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے لیے ضابطے دیئے ہیں جبکہ دہشت گردی کا کوئی ضابطہ ہی نہیں ہے۔ جہاد با ضابطہ ہے اور جہاد کے ضابطوں کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر 94 میں ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا

اے ایمان والو جب اللہ کے راستے میں چل رہے ہو تو چھان بین کرو اچھی طرح غور سے کوئی سستی نہ ہونے دو

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا

جو تمہیں سلام دے دے اور کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں تو تم اس کے لفظوں کا احترام کرو۔

پھر بھی اس کی گردن نہ کاٹو، اب تم پر حرام ہو چکا ہے تم اس کو چھیڑ نہیں سکتے تم اس کو مار نہیں سکتے۔ اب یہ ضابطہ ہے۔ اگر اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق ہوتا تو پھر یہ ہوتا کہ جو سامنے آتا ہے اس کو اڑاتے جاؤ۔ جو کچھ وہ بولتا ہے اس کو اس حال

میں مت چھوڑو اس کے پر نچے اڑا دو نہیں نہیں بلکہ خالق کائنات نے لازم کر دیا کہ تم پر فرض ہے چھان بین کر لو دیکھ لو اور جب کوئی زبان سے اقرار کر جاتا ہے اور کلمہ پڑھ جاتا ہے تو اس کے بعد اگر تمہیں اس پر غصہ آیا ہوا ہے لیکن ایمان دار کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے غصہ کو قدموں کے نیچے روند ڈالے گا۔ اور اس کلمہ کا ضرور لحاظ کرے گا جو مخالف نے اپنی زبان سے پڑھ لیا ہے۔

اب بے ضابطہ دہشت گردی کو باضابطہ جہاد کے ساتھ ملا دینا۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ نے ایسے ہی ایک معاملے پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اتنی جھڑکی دی فرمایا **هَلَّا شَقَقْتُ قَلْبَهُ**

جب ان کے سامنے ایک شخص نے کلمہ پڑھا تو انھوں نے سمجھا کہ وہ ڈر کے پڑھ رہا ہے انھوں نے پھر بھی مار دیا محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تم اس کا سینہ حیر کے دیکھ لیتے۔ کہ کیا وہ سچا کلمہ پڑھ رہا ہے یا جھوٹا پڑھ رہا ہے۔ تمہیں احترام کرنا چاہیے تھا۔ تم نے کیوں نہیں اس کا احترام کیا۔ تمہیں اس وقت تلوار پیچھے ہٹا لینی چاہیے تھی۔ یہ اسلام کے اندر پابندیاں ہیں۔ ایسا نہیں کہ جو آئے اور جس انداز میں بھی آئے تو ہر حال میں تم نے اپنا غصہ نکالنا ہے۔ اور لوگوں کو مارنا بھی ہے۔ نہیں نہیں، میرے محبوب علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا گیا پھر نفس الامر میں وہ صورتحال آگئی۔ صحابی کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ تو بتاؤ کہ میں ایک شخص کے خلاف لڑ رہا ہوں میدان جنگ میں وہ کافر ہے میں مومن ہوں اس نے مجھے تلوار ماری میرا بازو کاٹ گیا۔ اب میں نے تلوار اٹھائی تو اس نے درخت کے پیچھے ہو کے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ تو محبوب علیہ السلام نے فرمایا تجھے اپنی تلوار پیچھے ہٹا لینی چاہیے۔ تو صحابی کہنے لگے کہ اس نے تو میرا بازو کاٹ دیا ہے تو آپ نے فرمایا میرے صحابی یا درکھو اگر اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی تم نے تلوار

چلائی تو مطلب کیا ہوگا کہ تم کلے کی سر بلندی کے لیے نہیں بلکہ تم اپنے غصے کو نکالنے کے لیے جہاد کر رہے ہو۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا اگر تم اس کے بعد بھی تلوار چلاؤ گے تو تمہارا وہ درجہ ہوگا جو کلمہ پڑھنے سے پہلے اسکا درجہ تھا۔ اور اس کا وہ درجہ ہوگا جو تلوار چلانے سے پہلے تمہارا درجہ تھا۔

اس واسطے اپنی خواہش کو اس دین کی عظمت کے تابع رکھنا ہے۔ اس بات کو رسول اکرم ﷺ نے بیان کر کے قیامت تک کے لیے اس پر وہ پیگنڈہ کو ختم کر دیا۔ وہ اور ہیں جو اپنی خواہش کو مسلط کرنے کے لیے لوگوں کے سراتارتے ہیں۔ اسلام وہ ہے جو صرف خیر کے پیش نظر لوگوں کو اس طرف متوجہ کر رہا ہے۔ اور اسکو یہ آپریشن ان کی اصلاح کے لیے کرنا پڑ رہا ہے۔ اور اگر اس کے بغیر ہی وہ صحیح ہو گئے ہیں تو ہرگز اسلام انکا خون بہانے کی اجازت نہیں دیتا۔

جہاد تصور نبوی ﷺ اور سنت ہے

اس مقام پر رسول اکرم ﷺ نے جو ہمیں تصور جہاد دیا ہے۔ اس سے اگر احادیث کو دیکھا جائے اور وہ سینکڑوں ہزاروں ہیں تو بہت۔ یہ فروق دہشت گردی سے واضح ہوتے ہیں۔ سرفہرست جہاد کا جو تصور ہے اس میں نسبت کا تصور ہے۔ جہاد میں مجاہدین کی نیت کا اعتبار ہے۔ اور اس کے لحاظ سے اس نیت کے اندر صحت عقیدہ شامل ہے۔ اور ان تمام جہات کو سامنے رکھتے ہوئے مومن جہاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نیک لوگوں کی نسبت کی وجہ سے اسکو کامیابی عطا فرماتا ہے۔

جبکہ دہشت گرد خود ظالم ہے۔ اسکا تعلق دہشت گردوں کے ساتھ ہے اسکا تعلق کسی ولی کے ساتھ نہیں ہے۔ اسکا ان نسبتوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہذا وہ دہشت گردی ہمارے جہاد کے ساتھ کسی طرح بھی منسلک نہیں کی جاسکتی اسواسطے کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان صحیح بخاری کی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 406 پر موجود ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے وصال کے بعد ایک زمانہ آئے گا۔ یہ غیب کی خبر ہے ایک خبر نہیں کئی خبریں اکٹھی ہیں۔ فرمایا

يَغْزُو فِتْنَامٌ مِنَ النَّاسِ

دو فوجیں لڑنے کے لیے اکٹھی ہو جائیں گی۔ ایک طرف میرے ماننے والے ہیں اور دوسری طرف کفار ہیں۔ جس وقت مسلم امہ کی فوج لڑنے لگے گی۔ تو سب سے پہلے ایک اعلان ہوگا۔ اعلان کیا ہے۔

هَلْ مِنْكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ

کیا پوری اسلامی فوج میں کوئی ایسا بندہ بھی ہے جس نے رسول اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو۔ فوجیں آمنے سامنے ہیں۔ کافروں کے مقابلے میں مسلم امہ کی فوج اس میں سرفہرست تیاری کے لیے جو کام کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ تلاش کیا جا رہا ہے کہ کوئی ایسا ہے کہ جس کو رسول اکرم ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی ہو تو اتنے میں ایک شخص بولتا ہے۔ ہاں میں موجود ہوں میں رسول پاک ﷺ کا صحابی ہوں۔ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اس کے بعد جنگ چھڑ جائے گی۔

يُفْتَحُ لَهُمْ

اس ایک بندے کی وجہ سے ان کو فتح مل جائے گی۔

یہ جہاد کا تصور ہے اس بالخصوص سمجھنے کی ضرورت ہے۔ آج جہاد کو بعض لوگوں نے بدنام کیا تو انہیں چیزوں سے پیچھے ہٹ کر۔ اب ایک شخص رسول اکرم ﷺ کا محض صحابی ہے خود رسول نہیں اس کا اتنا فائدہ ہے کہ جو جہاد کر رہے ہیں۔ سارے اس عقیدے پر ہیں کہ اگر ہم میں کوئی ایسی شخصیت موجود ہے تو پھر ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ اس واسطے کہ وہ بڑی نسبت والی شخصیت ہے۔ اور بڑی عظمت والی شخصیت ہے۔ کہاں یہ عقیدہ اور کہاں یہ کہنا کہ نبی بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

ان کا ہونا یا نہ ہونا معاذ اللہ برابر ہے۔ وہ ایک پوسٹ مین کی طرح آئے تھے اور چلے گئے۔ یہ کتنی دور باتیں ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمادیا جہاد کا تصور یہ ہے کہ ان عظیموں کو ساتھ رکھا جائے گا اور فوجیں آمنے سامنے ہیں پوچھا جائے گا میرے صحابی کے بارے میں تو ایک شخص میرا صحابی نکلے گا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ساری فوج کو فتح عطا فرمائے گا۔

پھر دوبارہ کسی زمانے میں جنگ ہوگی تو پھر سوال ہوگا۔

هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ

سب کو یہ پتہ ہے اب صحابہ کا تو کوئی دور نہیں رہا۔ کوئی بھی صحابی نہیں ہو سکتا۔ لیکن کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے۔ جو رسول اکرم ﷺ کے صحابی کا صحابی ہو یعنی تابعی ہو۔

تو فوج میں اعلان ہو گیا کوئی ایسا شخص ہے۔ جس نے کسی صحابی کی صحبت حاصل کی ہو۔ اس کے پاس بیٹھا ہو۔ تو ایک شخص نے جواب دیا ہاں میں نے ایک صحابی کی زیارت کی ہے۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اسکے بعد جنگ چھڑ گئی۔ جنگ شروع ہو گئی۔ آپ نے فرمایا

فِيُفْتَحْ لَهُمْ

اس صحابی کی برکت کی وجہ سے اللہ نے ان کو فتح عطا فرمادی۔

پھر رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے کچھ عرصہ کے بعد پھر جنگ ہوگی۔ جب فوجیں آمنے سامنے آجائیں گی تو یہ اعلان ہوگا۔

هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ

کوئی شخص تم میں ایسا بھی ہے جو رسول اکرم ﷺ کے صحابی کے صحابی کا صحابی ہو۔

کوئی ایسی نسبت والا بھی ہے۔ جب یہ پوچھا جائے گا تو جواب ملے گا ہاں موجود ہوں
فَيُفْتَحْ لَهُمْ

جب جنگ شروع ہوگی تو اللہ اس کی برکت سے ان کو فتح عطا فرمائے گا۔
لہذا جہاد کا یہ تصور بھی دہشت گردوں سے جہاد کو واضح کر رہا ہے۔ کہ دہشت
گرد مجرم ہے اس کا تعلق مجرمین کیساتھ ہے۔ اس کا تعلق تقویٰ و پرہیزگاری کی اعلیٰ اقدار
کے ساتھ نہیں ہے۔ لہذا وہ نکلتا ہے تو اس پر کسی تقویٰ کا سایہ نہیں کسی پرہیزگاری کا
سایہ نہیں۔ کسی نسبت یا عظمت کا اس کے سفر کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لیکن ایک مجاہد جس
وقت نکلتا ہے تو اس کے سامنے یہ ساری چیزیں پیش نظر ہوتی ہیں۔ وہ ادب سے جاتا
ہے با ادب ہوتا ہے۔ اور ادب والوں کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ اور خالق
کائنات جل جلالہ صرف ادب کی جہت پر ان کو فتح عطا فرمادیتا ہے۔ تو یہ وہ نصوص ہیں
جن سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے۔ کہ خالق کائنات نے کس قدر جہاد کو مقدس عظیم اور
معطر بنایا ہے۔ کہ جس کی ہر جہت میں اللہ تعالیٰ نے کئی عظمتیں عطا فرما رکھی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی دینی ہوئی اس تعلیم کا حصہ تھا۔ جس وقت جنگ یمامہ
میں صحابہ کرام میلہ کذاب کے خلاف لڑ رہے تھے یہ ختم نبوت کی پہلی جنگ تھی۔
اور اس جنگ کے اندر کچھ ایسے اصول سامنے آ گئے۔ جو آج بھی ہمارے لئے مشعل
راہ ہیں۔ آج جس وقت مسلم امہ کے سپوت بے جگری سے لڑتے ہیں۔ اپنی جان کی
پرواہ نہیں کرتے۔ تو اس پر اعتراض کیے جاتے ہیں۔ اور وہ مقامات جہاں مسلم امہ
کے افراد اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے کوئی پرواہ نہیں کرتے اور جان جاتی
ہے تو جائے مگر وہ کفار کا پوری طرح صفایا کرنے کے لیے سب کچھ تیار کر دیتے
ہیں۔ ایسی حیثیات کو بھی اسلام نے اجاگر کیا ہے۔

تو مخصوص دائرے کے اندر شرائط کے ساتھ اگر وہ ایسا لمحہ اپنے اختتام کے

لحاظ خود کشی بھی قرار دیا تاہو تو ایسے مراحل بھی صحابہ کرام نے طے کیے ہیں۔ مسلم امہ کا جھنڈا انھوں نے بلند کیا ہے۔

اس واسطے جس وقت جنگ یمامہ میں جو کئی ہفتوں تک جاری رہی مسلحہ کذاب کے حامیوں کی بہت زیادہ پاور تھی تقریباً چالیس ہزار افراد تھے اور دوسری طرف چند ہزار صحابہ کرام تھے۔ جو حضرت خالد بن ولید کے زیر کنٹرول چل رہے تھے۔ یا محمدؐ کے نعرے لگا رہے ہیں۔ اس جنگ کے اندر البدایہ والنہایہ کی ساتویں جلد میں ہے۔ اسکے علاوہ درجنوں ماخذ میں ہے۔

کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس اور حضرت صالح مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما ان دونوں نے اپنے لئے بھاگنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔ اپنے لئے انھوں نے گڑھے نکالے اور اپنا آدھا دھڑ زمین میں گاڑ لیا۔ پھر یہ ایک خود کشی کے مترادف تھا کہ سامنے دشمن ہیں تیر ماریں گے بھاگنے کی تو گنجائش رکھو۔ اگر تم غالب نہیں آسکتے جان تو بھاگ کے بچالو۔ لیکن ان کا شوق یہ تھا کہ قدم پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ جان جاتی ہے تو چلی جائے اس انداز میں رسول اکرم ﷺ کی نبوت کے باغی کے خلاف لڑیں گے۔ کہ ہم یہیں شہید ہو جائیں گے۔ انہوں نے اپنے آپ کو زمین میں گاڑھا ہوا تھا اور دونوں کو وہاں شہادت ہوگی۔ قیامت تک راہ محبت میں وہ نقش ثبت کر رہے ہیں۔ کہ مسلم امہ کو اگر کسی ایسے مرحلے میں اس طرح کا کردار ادا کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہ جائے تو وہ ایسا بھی کردار ادا کرے۔ ایسا کردار ادا کرے اپنی جان پیش کر کے اپنے دین کو ہمیشہ کا تحفظ فراہم کر دے۔ اسی جنگ میں جب مسلمانوں کو فتح ہونے لگی تو مسلحہ کذاب کے سارے حواری بھاگ کے قلعے میں داخل ہو گئے قلعے کا دروازہ انھوں نے بند کر دیا۔ پھر وہاں کیا ہوا تھا۔ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

الْقَوْنِي

میرے دوستوں ٹھیک ہے انھوں نے دروازہ بند کر دیا تو میں کھولوں گا مجھے ایک تختے پہ بٹھا دو اور تختے کو نیزوں کے ساتھ اونچا کرو۔ اونچا کر کے قلعے کی دیوار تک پہنچاؤ۔ ایک تمھارے قد پھر بازوؤں کی بلندی پھر نیزوں کی بلندی اتنے تک قلعے کی دیوار آجائے گی۔ دیوار تک پہنچ جاؤں تو تختے کو الٹا کر دو میں اندر گر جاؤں گا۔ جو ہوا میں سنبھال لوں گا۔ اب اندر دشمنوں کی فوج ہواں کے پاس تیر تلوار ہوں۔ ایک تنہا آدمی ہزاروں کے اندر چلا جائے یہ بظاہر موت کو چومنا تھا خود کشی کے مترادف تھا لیکن جب ان کو گرایا گیا اتنا بلند جذبہ تھا کہ گرتے ہی سنبھل گئے اور تلواریں چلاتے چلاتے قلعے کے دروازے تک پہنچ گئے۔ اکیلے شیر نے قلعے کا دروازہ جا کے کھول دیا۔ اور مسلم امہ کے سپوت اندر داخل ہو گئے۔ اور مسیلمہ کذاب اور اس کے حواریوں کو تہ تیغ کر دیا تو یہ شعور بھی ہمیں صحابہ نے دیا ہے کہ جب حالات ایسے ہو جائیں گے تو مخصوص طریقوں کے ساتھ مشروط طور پر اگر ایسا کام بھی کرنا پڑ جائے گا تو ضرور کرو ۱۰۰۰۰ اسلام کا جھنڈہ ہر دور میں لہراتا رہے۔

اس سبق کو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے جو بہت بڑے صوفی بھی تھے۔ بہت بڑے مجاہد بھی تھے۔ انہوں نے حضرت فضیل بن ایاز کو جو شعر لکھے تھے ان شعروں میں اپنی اس ادا کو بیان کر دیا جو ایک اسلامی مجاہد کی ہوتی ہے۔ کہنے لگے۔

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ أَبْصَرْتَنَا
لَعَلِمْتَ أَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

اے حرم کی عبادت کرنے والے اگر تو ہمیں دیکھے، جب ہم اسلام کے لیے حملے کرتے ہیں اس وقت تو ہمیں دیکھ لے ہماری اس وقت پلٹنے جھپٹنے کی نوعیت کیا ہوتی ہے۔ تو تجھے اپنی عبادت لعب محسوس ہو۔ جھکنا اٹھنا رکوع میں اگرچہ یہ بہت

بڑا کام ہے لیکن جب ہم جہاد کے اندر پلٹتے ہیں تو اس شان کو دیکھو جو ہماری شان ہے۔ تمہیں اپنی عبادت حقیر سی لگنے لگے اور کہنے لگے۔

مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهِ
فَنُحُورُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

یہ بھی بڑی عظمت ہے کہ بندے کے رخسار آنسو سے تر رہیں اور اللہ کے خوف سے آنسو نکلیں اور اس کے رخسار تر ہو جائیں لیکن تمہیں یہ مبارک کہ تمہارے رخسار تمہارے آنسوؤں سے تر رہتے ہیں لیکن ہمارے خون سے ہمارے سینے تر رہتے ہیں۔ ہم اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرتے ہوئے آگے نکلتے ہیں۔

نُحُورُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

ہمارے سینوں کو ہمارے خونوں کے ساتھ مہندی لگ جاتی ہے
رِيحُ الْغَيْرِ لَكُمْ وَنَحْنُ عَيْرُنَا
رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغَبَارُ الْأَطْيَبُ
فرمانے لگے کہ خوشبو لگانے کا بڑا فلسفہ ہے۔ بڑا ثواب ہے لیکن تمہارے لئے خوشبو کستوری اور ہماری خوشبو کیا ہے۔

رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغَبَارُ الْأَطْيَبُ

جب گھوڑے دوڑاتے ہیں ان کے سموں سے جو غبار اڑتا ہے۔ وہ ہمارے چہرے کی خوشبو بن جاتی ہے۔ ہم اس خوشبو پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔
یہ ایک مجاہد اور ایمان دار کی حالت ہوتی ہے۔ اس انداز میں آگے بڑھتا ہے۔
میری دعا ہے کہ خالق کائنات ہمیں جہاد اسلامی کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ